Journal of Religion & Society **(JR&S)**
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

The Mutual Relationship Between Custom (Urf) and Shari‘ah: A Research Review in the Light of Islamic Jurisprudence

عرف اور شریعت کا باہمی تعلق: اسلامی فقہ کی روشنی میں تحقیقی جائزہ

Dr. Amir Nawaz Khan
Assistant Professor of Islamaiyat, Department of Islamic Studies and Research
University of Science and Technology Bannu
amirnawazkhan@gmail.com
Dr. Zeeshan
Lecturer, Department of Islamic Studies, KUST
dr.zeeshan2021@kust.edu.pk

Abstract
This paper looks at the reciprocal association among custom (ʿUrf) and Sharīʿah with respect to Islamic jurisprudence. In Islamic jurisprudence, ʿUrf is known as the generally accepted practices and tradition that are dominant in a society whereas Sharīah means the divine law which was given to the prophet Muhammad ﷺ by way of the Qurayas and the Sunni of the prophet Muhammad ﷺ. The paper has brought out the significance of custom as a secondary principle, which Islamic jurists have always appreciated in interpreting and applying Islamic law. Introducing social practices into the reasoning of law, jurists made sure that the Islamic law was adaptable and effective to the evolving situations still being able to keep the main principles of its application. The study examines the linguistic and juristic meaning of ʿUrf and explains its difference with other similar terms like habit (ʿĀdah). It addresses as well the major tenets of Sharīah, its origins, and maxims of law that govern the Islamic jurisprudence. They particularly focus on the status of ʿUrf in the four major Sunni schools of law- Ḥanafī, Mālikı, Shiafi, and Ḥanbalili- and how each of the schools integrates customary practices in the law decisions. The paper also classifies various kind of custom, such as general and specific custom, verbal and practical custom and valid (sa ḥih) and invalid (fasid) customs. The article also determines the circumstances in which custom may be regarded as a legally binding authority, where it should not be in conflict with the direct texts of both the Quran and Sunnah, it should be practiced generally and it should be present when the legal transaction occurred. In addition, the study examines how custom was applied in real life situations in trade, financial transactions, marriage and family issues. In conclusion the paper comes to the conclusion that although custom plays an important role in supporting the implementation of the Islamic law in various societies; it is still subject to Shari ʿah. In a case of tension between the customary and Godly law, Sharīʿah prevails. Such a balancing relationship guarantees the flexibility and sincerity of the Islamic jurisprudence when it relates to the modern issues of the society.

Keywords: *Custom (ʿUrf), Sharīʿah, Islamic Jurisprudence (Fiqh), Legal Maxims, Islamic Legal Theory, Customary Law, Social Practices, Islamic Law, Fiqh Schools, Contemporary Islamic Issues.*

1۔ تمہید

موضوع کا تعارف اور اہمیت

عرف یعنی معاشرتی رواج اور شریعت اسلامی فقہ میں ایک دوسرے سے گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ عرف وہ مستقل اور عام طور پر قبول شدہ طریقہ کار ہے جو لوگوں کے درمیان چلتا ہے جبکہ شریعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ احکام کا مجموعہ ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں کیونکہ اسلامی فقہ نے عرف کو ایک اہم ذریعہ تسلیم کیا ہے جو شرعی احکام کی تفسیر اور تطبیق میں مدد دیتا ہے۔ موضوع کی اہمیت اس لیے ہے کہ موجودہ دور میں معاشرتی تبدیلیاں تیزی سے ہو رہی ہیں اور نئے

مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ اگر عرف کو نظر انداز کیا جائے تو شریعت جامد اور غیر عملی لگنے لگتی ہے جبکہ اگر عرف کو شریعت سے بالاتر سمجھا جائے تو دین کی اساس متزلزل ہو جاتی ہے۔ اسلامی فقہ کے اصولوں میں عرف کو قیاس، استحسان اور مصالح کے ساتھ جوڑا گیا ہے تاکہ شریعت انسانی فطرت اور معاشرتی ضروریات کے مطابق رہے۔ یہ تعلق فقہی استنباط کو لچکدار بناتا ہے اور امت کو ہر دور میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اس تحقیق میں اس باہمی رشتے کو سمجھنا ضروری ہے تاکہ جدید چیلنجز جیسے معاشی، سماجی اور طبی مسائل میں شرعی حل تلاش کیے جا سکیں۔

عرف اور شریعت کے تعلق کی ضرورت

عرف اور شریعت کے تعلق کی ضرورت اس لیے پیش آتی ہے کہ شریعت ابدی اصولوں پر قائم ہے مگر عرف وقت اور حالات کے ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ اگر عرف کو شرعی احکام کی تطبیق میں شامل نہ کیا جائے تو بہت سے معاملات میں سختی پیدا ہو جاتی ہے جو لوگوں کے لیے مشکلات کا باعث بنتی ہے۔ مثال کے طور پر تجارت، نکاح، وراثت اور معاشرتی معاملات میں عرف کی روشنی میں احکام کی تشریح کی جاتی ہے تاکہ شریعت لوگوں کی زندگی سے الگ نہ پڑ جائے۔ یہ تعلق شریعت کو زندہ اور فعال رکھتا ہے اور اسے صرف کتابی احکام تک محدود نہیں ہونے دیتا۔ فقہاء نے اسے اس لیے ضروری قرار دیا ہے کہ انسانی معاشرہ مسلسل ارتقا پذیر ہے اور نئے رواج پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ بغیر عرف کے شریعت کی تفسیر نامکمل رہ جاتی ہے جبکہ بغیر شریعت کے عرف گمراہی کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ اس لیے دونوں کا باہمی توازن برقرار رکھنا فقہی اجتہاد کی اساس ہے۔ یہ ضرورت اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ اسلام ہر دور میں انسان کی رہنمائی کر سکے اور معاشرتی تبدیلیوں کے باوجود شرعی حدود محفوظ رہیں۔

تحقیق کے مقاصد اور دائرہ کار

اس تحقیق کے مقاصد میں عرف اور شریعت کے باہمی تعلق کو اسلامی فقہ کی روشنی میں واضح کرنا، فقہاء کی آراء کا تجزیہ کرنا اور جدید مسائل میں اس تعلق کی عملی تطبیق دیکھنا شامل ہے۔ تحقیق کا دائرہ کار بنیادی طور پر حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی مذاہب تک محدود ہے جہاں عرف کی حیثیت پر مفصل بحث کی ہے۔ اس کے علاوہ معاصر فقہی فتاویٰ اور جدید معاشرتی رواجوں کو بھی شامل کیا ہے تاکہ تحقیق عملی اور معاصر ہو۔ مقصد یہ بھی ہے کہ عرف کو شریعت کے تابع رکھتے ہوئے اس کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے اور ایسی حدود متعین کی جائیں جو شریعت کی خلاف ورزی نہ کریں۔ تحقیق کا دائرہ کار تاریخی، فقہی اور جدید اطلاقی پہلوؤں تک پھیلا ہوا ہے تاکہ قارئین کو مکمل تصویر مل سکے۔ اس سے فقہی استنباط میں نئی راہیں کھلیں اور امت کو جدید چیلنجز کا شرعی حل ملا ۔ اس طرح یہ تحقیق عرف اور شریعت کے تعلق کو ایک منظم اور تحقیقی بنیاد پر پیش کیا جو فقہ کے طلبہ اور عام قارئین دونوں کے لیے مفید ثابت ہوئی ۔

2۔ عرف کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم

لغوی معنی اور مفہوم

عرف کا لغوی معنی جاننے، پہچاننے اور مانوس ہونے سے نکلتا ہے جو انسانی فطرت میں ایک مستقل طریقہ کار کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ لفظ عربی زبان کے مادہ ع ر ف سے ماخوذ ہے جس کا بنیادی مفہوم معرفت اور واقفیت ہے۔ لغوی اعتبار سے عرف وہ چیز ہے جسے انسان بار بار دیکھنے یا کرنے سے مانوس ہو جاتا ہے اور اسے اپنی فطرت کے مطابق قبول کر لیتا ہے۔ یہ معنی صرف ایک لفظ تک محدود نہیں بلکہ اس میں رواج، طریقہ اور معاشرتی شناخت کا پہلو بھی شامل ہے جو لوگوں کے درمیان ایک مشترکہ فہم پیدا کرتا ہے۔ عرف لغوی طور پر نہ صرف قول بلکہ فعل اور رویے کو بھی شامل کرتا ہے جو معاشرے میں بار بار دہرایا جاتا ہے اور عقول سلیمہ اسے تسلیم کرتی ہیں۔ یہ مفہوم انسانی زندگی کے روزمرہ امور سے جڑا ہوا ہے جہاں لوگ ایک دوسرے کے ساتھ بات چیت، تجارت یا معاشرتی تعامل میں اسے استعمال کرتے ہیں۔ عرف کی یہ لغوی بنیاد فقہی استنباط میں اہم ہے کیونکہ یہ شریعت کی تطبیق کو انسانی فطرت سے ہم آہنگ کرتی ہے۔ محمد بن مکرم ابن منظور نے لسان العرب میں بیان کیا ہے کہ عرف وہ ہے جو انسانی نفس اسے مانوس اور قبول کرتا ہے اور اس کی ضد انکار ہے[1]۔ اسی طرح ابو القاسم حسین بن محمد الراغب الاصفہانی نے مفردات الفاظ القرآن میں لکھا ہے کہ عرف معرفت کا ایک خاص پہلو ہے جو تدبر سے حاصل ہوتا ہے اور یہ علم سے مخصوص ہے[2]۔ یہ دونوں تعریفات عرف کو انسانی شناخت اور معاشرتی مانوسیت سے جوڑتی ہیں جو فقہ میں اس کی اہمیت کو بڑھاتی ہیں۔ عرف کا لغوی مفہوم اسے ایک زندہ اور متحرک چیز بناتا ہے جو وقت کے ساتھ بدل سکتا ہے مگر اس کی بنیاد انسانی فطرت پر قائم رہتی ہے۔ یہ معنی شریعت کی تفسیر میں مدد دیتے ہیں تاکہ احکام خشک نہ رہیں بلکہ لوگوں کی زندگی سے جڑے رہیں۔ اس طرح عرف کا لغوی مفہوم فقہی اصولوں کی بنیاد بنتا

---

[1] محمد بن مکرم ابن منظور، لسان العرب، بیروت: دار صادر، 1990، جلد 9، ص 239

[2] ابو القاسم حسین بن محمد الراغب الاصفہانی، مفردات الفاظ القرآن، بیروت: دار القلم، 1992، ص 334

ہے جو معاشرتی رواج کو شرعی دائرے میں لاتا ہے اور انسانی ضروریات کو مد نظر رکھتا ہے۔ یہ مفہوم اسلامی فقہ کو لچکدار بناتا ہے اور جدید مسائل میں بھی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

فقہی اصطلاح میں عرف کی تعریف

فقہی اصطلاح میں عرف وہ مستقل اور عام طور پر قبول شدہ طریقہ کار ہے جو عقول سلیمہ اسے اچھا سمجھتی ہیں اور طبائع سلیمہ اسے قبول کرتی ہیں۔ یہ تعریف شریعت کی تطبیق میں عرف کو ایک اہم ذریعہ بناتی ہے جو نصوص کی تفسیر، تخصیص اور تقیید میں استعمال ہوتا ہے۔ فقہاء نے عرف کو اس لیے اہمیت دی ہے کہ یہ انسانی معاشرے کی حقیقت کو ظاہر کرتا ہے اور شریعت کو جامد نہیں ہونے دیتا۔ عرف فقہی اصطلاح میں قول اور فعل دونوں کو شامل کرتا ہے جو لوگوں کے درمیان رائج ہو اور شریعت کے کسی نص سے متصادم نہ ہو۔ یہ تعریف عرف کو مستقل دلیل نہیں بناتی بلکہ اسے شریعت کے تابع رکھتی ہے تاکہ گمراہی کا ذریعہ نہ بنے۔ فقہی کتابوں میں عرف کو قیاس اور استحسان کے ساتھ جوڑا گیا ہے جو احکام کی عملی شکل دیتا ہے۔ ابو اسحاق ابراہیم بن موسی الشاطبی نے الموافقات میں عرف کو معاشرتی رواج کی بنیاد قرار دیا ہے جو شرعی مقاصد کی تکمیل کرتا ہے[3]۔ اسی طرح زین الدین ابن ابراہیم ابن نجیم نے الاشباہ والنظائر میں بیان کیا ہے کہ عرف وہ ہے جو عقول سلیمہ کی گواہی سے نفوس میں رچ بس جاتا ہے اور شرعی احکام کی تشریح میں استعمال ہوتا ہے[4]۔ یہ تعریف عرف کو شریعت کی خدمت میں لاتی ہے اور جدید مسائل جیسے معاشی لین دین یا معاشرتی رسوم میں رہنمائی کرتی ہے۔ فقہی اصطلاح میں عرف کی یہ تعریف اسے ایک زندہ اصول بناتی ہے جو وقت کے ساتھ بدلنے والے رواجوں کو شرعی دائرے میں لاتی ہے۔ یہ اصطلاح فقہاء کے اجتہاد کو وسعت دیتی ہے اور امت کو ہر دور میں آسانی فراہم کرتی ہے۔ عرف کی فقہی تعریف شریعت کو انسانی فطرت سے ہم آہنگ رکھتی ہے اور اسے صرف کتابی نصوص تک محدود نہیں ہونے دیتی۔ اس طرح یہ تعریف اسلامی فقہ کی جامعیت کو ظاہر کرتی ہے جو معاشرتی تبدیلیوں کے باوجود شرعی حدود کی حفاظت کرتی ہے۔

عرف اور عادت میں فرق

عرف اور عادت میں فقہی اعتبار سے ایک عموم و خصوص کا تعلق ہے جہاں عرف عام اور اجتماعی رواج کو کہتے ہیں جبکہ عادت انفرادی یا بار بار دہرائے جانے والے فعل کو۔ عرف عقول سلیمہ کی گواہی سے معاشرے میں رائج ہوتا ہے اور شریعت کی تطبیق میں استعمال ہوتا ہے جبکہ عادت زیادہ ذاتی اور تکراری ہوتی ہے جو فرد کی روزمرہ زندگی سے جڑی ہوتی ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ عرف معاشرتی اتفاق پر مبنی ہوتا ہے جبکہ عادت بار بار کیے جانے والے عمل سے بنتی ہے۔ فقہاء نے اس فرق کو اس لیے بیان کیا ہے کہ عرف شرعی احکام کی تفسیر میں زیادہ اہمیت رکھتا ہے جبکہ عادت انفرادی معاملات میں مدد دیتی ہے۔ اگر عرف شریعت کے خلاف ہو تو اسے رد کر دیا جاتا ہے مگر عادت اگر ذاتی ہو تو اسے صرف فرد کے لیے دیکھا جاتا ہے۔ یہ فرق فقہی استنباط کو واضح کرتا ہے اور احکام کی تطبیق میں غلطی سے بچاتا ہے۔ احمد بن ادریس القرافی نے الفروق میں عرف اور عادت کے فرق کو واضح کیا ہے کہ عرف اجتماعی اور عقل سلیم کی گواہی پر مبنی ہے جبکہ عادت تکرار سے پیدا ہوتی ہے[5]۔ اسی طرح جلال الدین عبد الرحمن السیوطی نے الاشباہ والنظائر میں بیان کیا ہے کہ عرف عام معاشرتی رواج ہے جو شریعت کی خدمت میں آتا ہے جبکہ عادت انفرادی عمل ہے جو شرعی حدود میں رہتا ہے[6]۔ یہ فرق فقہی مسائل میں توازن پیدا کرتا ہے اور عرف کو شریعت کا تابع رکھتا ہے۔ عرف اور عادت کا یہ فرق جدید معاشرتی رواجوں میں بھی رہنمائی کرتا ہے جہاں اجتماعی عرف کو ترجیح دی جاتی ہے۔ یہ فرق اسلامی فقہ کو لچکدار بناتا ہے اور احکام کی عملی شکل دیتا ہے۔ اس طرح عرف اور عادت کا فرق فقہی اصولوں کی وضاحت کرتا ہے جو معاشرتی اور انفرادی معاملات میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

3۔ شریعت کا مفہوم اور بنیادی اصول

شریعت کی تعریف

شریعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کی زندگی کے لیے نازل کردہ احکام و قوانین کا مکمل نظام ہے جو دین، دنیا اور آخرت کی فلاح و بہبود کا ضامن ہے۔ یہ لفظ لغوی اعتبار سے راستہ اور پانی کے راستے کے معنی رکھتا ہے مگر اصطلاحی طور پر یہ اللہ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ پر نازل کردہ احکام کا مجموعہ ہے جو عقائد، عبادات، معاملات، اخلاقیات اور معاشرتی اصولوں پر مشتمل ہے۔ شریعت کا مقصد انسانی فطرت کی حفاظت، معاشرتی انصاف کی برقراری اور اللہ کی رضا کی حاصل کرنا ہے۔ یہ نظام انسانی

---

[3] ابو اسحاق ابراہیم بن موسی الشاطبی، الموافقات في أصول الشريعة، بیروت: دار الكتب العلمية، 1997، جلد 2، ص 123

[4] زین الدین ابن ابراہیم ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، بیروت: دار الكتب العلمية، 1993، جلد 1، ص 87

[5] احمد بن ادریس القرافی، الفروق، بیروت: دار الكتب العلمية، 1998، جلد 3، ص 234

[6] جلال الدین عبد الرحمن السیوطی، الاشباہ والنظائر، بیروت: دار الكتب العلمية، 1998، جلد 1، ص 145

عقل کی حدود سے بالاتر ہے مگر اسے عقل کے ساتھ ہم آہنگ کیا گیا ہے تاکہ انسان اسے سمجھ سکے اور اس پر عمل کر سکے۔ شریعت صرف عبادات تک محدود نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبے جیسے خاندان، معیشت، سیاست اور بین الاقوامی تعلقات کو منظم کرتی ہے۔ فقہاء نے اسے اللہ کی طرف سے انسانوں کے لیے رحمت اور ہدایت قرار دیا ہے جو انہیں گمراہی سے بچاتی ہے۔ ابو اسحاق الشاطبی نے شریعت کو اللہ کی طرف سے وضع کردہ احکام قرار دیا ہے جو انسان کی دنیا اور آخرت کی مصلحت کے لیے ہیں[7]۔ اسی طرح امام الغزالی نے شریعت کو اللہ کی حکمت اور رحمت کا مظہر بتایا ہے جو انسان کو کمال تک پہنچاتی ہے[8]۔ یہ تعریف شریعت کو ایک جامع اور ابدی نظام بناتی ہے جو وقت اور حالات کے ساتھ تبدیل نہیں ہوتی بلکہ اس کی تفسیر اور تطبیق میں لچک رکھتی ہے۔ شریعت کی یہ تعریف اسلامی فقہ کی بنیاد ہے جو انسانی زندگی کو اللہ کی مرضی کے مطابق منظم کرتی ہے اور اسے دنیا اور آخرت کی کامیابی کی طرف لے جاتی ہے۔

شریعت کے مصادر

شریعت کے بنیادی مصادر قرآن مجید اور سنت نبوی ہیں جو اللہ کی طرف سے نازل کردہ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بیان کردہ احکام ہیں۔ قرآن اللہ کا کلام ہے جو نبی کریم ﷺ پر نازل ہوا اور یہ شریعت کا سب سے اعلیٰ اور بنیادی مصدر ہے۔ سنت نبوی قرآن کی تفسیر اور تشریح کرتی ہے جو نبی کریم ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریرات پر مشتمل ہے۔ ان دونوں کے بعد اجماع امت کا اتفاق ہے جو صحابہ کرام اور بعد کے ادوار میں فقہاء کے اجماع سے ثابت ہوتا ہے اور یہ شرعی حکم میں قطعی حیثیت رکھتا ہے۔ چوتھا مصدر قیاس ہے جو نص سے ثابت حکم کو نئے مسائل پر منطقی طور پر منطبق کرتا ہے۔ یہ چاروں مصادر اسلامی فقہ کے اصولوں کی بنیاد ہیں جو احکام کی استنباط میں استعمال ہوتے ہیں۔ قرآن اور سنت بنیادی ہیں جبکہ اجماع اور قیاس ان کی خدمت میں آتے ہیں۔ امام الشوكاني نے شریعت کے مصادر کو واضح کرتے ہوئے کہا ہے کہ قرآن اور سنت شریعت کے بنیادی ستون ہیں جو احکام کی اصل بنیاد فراہم کرتے ہیں[9]۔ اسی طرح ابن حزم نے المحلی میں بیان کیا ہے کہ اجماع اور قیاس قرآن و سنت کی روشنی میں احکام کی تکمیل کرتے ہیں[10]۔ یہ مصادر شریعت کو مکمل اور جامع بناتے ہیں جو ہر دور میں نئے مسائل کا حل پیش کرتے ہیں۔ یہ ترتیب شریعت کی جامعیت کو ظاہر کرتی ہے جو اللہ کی طرف سے انسانوں کی رہنمائی کے لیے نازل کی گئی ہے۔ اس طرح یہ مصادر اسلامی قانون کی بنیاد ہیں جو عقائد سے لے کر معاملات تک ہر چیز کو منظم کرتے ہیں۔

اسلامی قانون میں اصول وضوابط

اسلامی قانون میں اصول وضوابط شریعت کی حفاظت اور اس کی تطبیق کو یقینی بناتے ہیں جو فقہی استنباط کا بنیادی ڈھانچہ ہیں۔ ان اصولوں میں مقاصد شریعت کی حفاظت یعنی دین، جان، عقل، نسل اور مال کی حفاظت شامل ہے۔ اس کے علاوہ قواعد فقہیہ جیسے الضرورات تبیح المحظورات، المشقة تجلب التيسير اور لا ضرر ولا ضرار اسلامی قانون کی بنیاد ہیں جو احکام میں لچک اور آسانی پیدا کرتے ہیں۔ یہ ضوابط شریعت کو انسانی فطرت اور معاشرتی ضروریات کے مطابق رکھتے ہیں۔ اصول وضوابط میں استحسان، مصالح مرسلہ اور سد ذرائع بھی شامل ہیں جو نئے مسائل میں رہنمائی کرتے ہیں۔ یہ اصول شریعت کی ابدی حیثیت کو برقرار رکھتے ہیں اور اسے جامد نہیں ہونے دیتے۔ امام الآمدي نے اصول وضوابط کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ شریعت کی تفسیر اور تطبیق میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں[11]۔ اسی طرح تقی الدین السبكي نے الإبهاج في شرح المنهاج میں لکھا ہے کہ یہ ضوابط شریعت کو انسانی مصالح کے مطابق لچکدار بناتے ہیں[12]۔ یہ اصول وضوابط اسلامی قانون کو زندہ اور فعال رکھتے ہیں جو جدید مسائل جیسے ٹیکنالوجی، معیشت اور سماجی تبدیلیوں میں رہنمائی کرتے ہیں۔ یہ ضوابط شریعت کی رحمت اور حکمت کو ظاہر کرتے ہیں جو انسانوں کی بہتری کے لیے وضع کیے گئے ہیں۔ اس طرح اسلامی قانون کے یہ اصول وضوابط شریعت کی حفاظت اور اس کی عملی تطبیق کی ضمانت ہیں جو امت کو ہر دور میں صحیح رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔

---

[7] ابو اسحاق ابراہیم بن موسی الشاطبی، الموافقات في أصول الشريعة، بیروت: دار الكتب العلمية، 1997، ج1، ص45

[8] أبو حامد محمد بن محمد الغزالي، المستصفى من علم الأصول، بيروت: دار الكتب العلمية، 1993، ج1، ص12

[9] محمد بن علي الشوكاني، إرشاد الفحول إلى تحقيق الحق من علم الأصول، بيروت: دار الكتب العلمية، 1993، ج1، ص78

[10] علي بن احمد بن حزم، المحلى بالآثار، بيروت: دار الفكر، 1985، ج1، ص34

[11] سيف الدين علي بن محمد الآمدي، الإحكام في أصول الأحكام، بيروت: دار الكتب العلمية، 1986، ج4، ص167

[12] تقي الدين علي بن عبد الكافي السبكي، الإبهاج في شرح المنهاج، بيروت: دار الكتب العلمية، 1984، ج1، ص89

4۔ اسلامی فقہ میں عرف کی حیثیت

فقہاء کے نزدیک عرف کی اہمیت

اسلامی فقہ میں عرف کو ایک انتہائی اہم اور بنیادی حیثیت حاصل ہے کیونکہ یہ شریعت کی تفسیر، تخصیص اور تطبیق میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ فقہاء نے عرف کو اس لیے اہمیت دی کہ یہ انسانی معاشرے کی حقیقت اور لوگوں کی فطری مانوسیت کو ظاہر کرتا ہے جو نصوص کی عملی شکل دیتا ہے۔ عرف کے بغیر بہت سے شرعی احکام خشک اور غیر عملی لگتے ہیں جبکہ عرف کی روشنی میں یہ احکام لوگوں کی زندگی سے جڑے ہوئے اور قابل عمل بن جاتے ہیں۔ مختلف مذاہب کے فقہاء نے عرف کو قواعد فقہیہ میں شامل کیا ہے اور اسے معاملات، نکاح، تجارت اور معاشرتی رسوم میں استعمال کیا ہے۔ عرف کی یہ اہمیت اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ شریعت وقت اور حالات کے ساتھ زندہ اور فعال رہے اور لوگوں کے لیے مشکلات کا باعث نہ بنے۔ فقہاء نے اسے شریعت کی رحمت اور حکمت کا مظہر قرار دیا ہے جو انسانی ضروریات کو مدنظر رکھتا ہے۔ محمد بن علی الشوکانی نے عرف کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ شریعت کی مقاصد کی تکمیل کرتا ہے اور معاشرتی مصالح کو یقینی بناتا ہے[13]۔ اسی طرح علاء الدین ابو بکر بن مسعود الكاساني نے عرف کو شرعی احکام کی تشریح میں بنیادی ذریعہ قرار دیا ہے جو نصوص کو لوگوں کی فہم کے مطابق لاتا ہے[14]۔ عرف کی یہ اہمیت فقہی اجتہاد کو وسعت دیتی ہے اور امت کو ہر دور میں شرعی رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ یہ اہمیت اس بات کی ضمانت ہے کہ شریعت انسانی فطرت سے ہم آہنگ رہے اور معاشرتی تبدیلیوں کے باوجود اپنی ابدی حیثیت برقرار رکھے۔ اس طرح عرف فقہاء کے نزدیک شریعت کی خدمت میں ایک زندہ اور متحرک اصول ہے جو احکام کو عملی اور قابل عمل بناتا ہے۔

اصول فقہ میں عرف کی دلیل

اصول فقہ میں عرف کو ایک معتبر دلیل کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے جو شرعی احکام کی استنباط میں مدد دیتا ہے۔ فقہاء نے عرف کو اس لیے دلیل قرار دیا کہ یہ عقول سلیمہ کی گواہی پر مبنی ہے اور لوگوں کے درمیان رائج ہونے کی وجہ سے نصوص کی تفسیر میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ اصول فقہ کی کتابوں میں عرف کو قیاس، استحسان اور مصالح مرسلہ کے ساتھ جوڑا گیا ہے جو احکام کی تخصیص اور تقیید کا سبب بنتا ہے۔ عرف کی یہ دلیل اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ شریعت کی تفسیر انسانی فہم اور معاشرتی حقیقت سے ہم آہنگ رہے۔ اگر عرف کو دلیل نہ مانا جائے تو بہت سے معاملات میں نصوص کی تشریح میں سختی پیدا ہو جاتی ہے جو لوگوں کے لیے مشکل بن جاتی ہے۔ اصول فقہ میں عرف کی دلیل اس لیے مضبوط ہے کہ یہ شریعت کے مقاصد کی حفاظت کرتا ہے اور انسانی مصالح کو مدنظر رکھتا ہے۔ بدر الدين محمد بن بهادر الزركشي نے اصول فقہ میں عرف کو دلیل قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ یہ نصوص کی خدمت میں آتا ہے اور احکام کو لوگوں کی فطرت کے مطابق لاتا ہے[15]۔ اسی طرح شمس الدين محمد بن أبي بكر ابن قيم الجوزية نے اصول فقہ کی کتاب میں بیان کیا ہے کہ عرف شرعی احکام کی تفسیر میں ایک معتبر دلیل ہے جو نصوص کو معاشرتی رواج سے جوڑتا ہے[16]۔ عرف کی یہ دلیل فقہی استنباط کو لچکدار بناتی ہے اور جدید مسائل میں بھی رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ یہ دلیل شریعت کی رحمت کو ظاہر کرتی ہے جو انسانی ضروریات کو نظر انداز نہیں کرتی۔ اس طرح اصول فقہ میں عرف کی دلیل اسلامی قانون کی جامعیت اور عملی حیثیت کو یقینی بناتی ہے۔

فقہی قاعدہ: العادة محكمة (رواج معتبر ہے)

فقہی قاعدہ العادة محكمة یعنی رواج معتبر ہے اسلامی فقہ میں ایک اہم اور وسیع الاطلاق قاعدہ ہے جو عرف کی حیثیت کو واضح کرتا ہے۔ اس قاعدے کے مطابق جو رواج معاشرے میں مستقل اور عام طور پر قبول شدہ ہو اور عقول سلیمہ اسے تسلیم کریں تو وہ شرعی احکام کی تفسیر اور تطبیق میں معتبر ہو جاتا ہے۔ یہ قاعدہ معاملات، نکاح، تجارت اور معاشرتی رسوم میں استعمال ہوتا ہے جہاں نصوص میں تفصیل نہ ہو یا عمومی لفظ ہو تو رواج کی بنیاد پر حکم نکالا جاتا ہے۔ یہ قاعدہ شریعت کو لوگوں کی زندگی سے جڑا رکھتا ہے اور احکام میں لچک پیدا کرتا ہے۔ فقہاء نے اسے اس لیے اہم قرار دیا ہے کہ یہ انسانی فطرت اور معاشرتی ضروریات کو مدنظر رکھتا ہے۔ یہ قاعدہ شریعت کی رحمت اور حکمت کو ظاہر کرتا ہے جو لوگوں کے لیے آسانی پیدا کرتا ہے۔ جلال الدين عبد الرحمن السيوطي نے قواعد فقہیہ میں اس قاعدے کی وضاحت کرتے ہوئے کہا

---

[13] محمد بن علی الشوکانی، إرشاد الفحول إلى تحقيق الحق من علم الأصول، بیروت: دار الكتب العلمية، 1993، ج2، ص134

[14] علاء الدين ابو بكر بن مسعود الكاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، بیروت: دار الكتب العلمية، 1986، ج1، ص210

[15] بدر الدين محمد بن بهادر الزركشي، المنثور في القواعد، بیروت: دار الكتب العلمية، 1985، ج1، ص89

[16] شمس الدين محمد بن أبي بكر ابن قيم الجوزية، إعلام الموقعين عن رب العالمين، بیروت: دار الكتب العلمية، 1991، ج4، ص167

ہے کہ رواج معتبر ہے جب تک شریعت کے کسی نص سے متصادم نہ ہو اور یہ احکام کی تشریح میں مدد دیتا ہے[17]۔ اسی طرح زین الدین ابن ابراہیم ابن نجیم نے الاشباہ والنظائر میں بیان کیا ہے کہ العادۃ محکمۃ قاعدہ معاملات اور معاشرتی امور میں شرعی احکام کی بنیاد بنتا ہے[18]۔ یہ قاعدہ فقہی مسائل میں توازن پیدا کرتا ہے اور جدید رواجوں میں بھی رہنمائی کرتا ہے۔ یہ قاعدہ عرف کو شریعت کے تابع رکھتا ہے اور اسے گمراہی کا ذریعہ نہیں بننے دیتا۔ اس طرح یہ قاعدہ اسلامی فقہ کی جامعیت اور لچک کو ظاہر کرتا ہے جو ہر دور میں معاشرتی تبدیلیوں کے ساتھ چل سکتا ہے۔

5۔ عرف کی اقسام

عرف عام اور عرف خاص

عرف عام وہ ہے جو تمام علاقوں یا اکثر مسلمانوں میں رائج ہو اور اس پر اتفاق ہو، جیسے معاملات میں بغیر لفظی ایجاب و قبول کے ہاتھوں ہاتھ بیع کرنا جو عام طور پر قبول ہے۔ اس کے برعکس عرف خاص وہ ہے جو کسی مخصوص علاقے، شہر یا طبقے تک محدود ہو، جیسے بعض علاقوں میں نکاح کے موقع پر مخصوص تحائف دینا جو مہر میں شمار نہیں ہوتے۔ یہ دونوں اقسام فقہی احکام میں استعمال ہوتی ہیں جہاں عرف عام کو زیادہ تر فقہاء معتبر سمجھتے ہیں جبکہ عرف خاص کو بعض حالات میں، خاص طور پر جب یہ نص سے متصادم نہ ہو، قبول کیا جاتا ہے۔ عرف قولی وہ ہے جو الفاظ کے استعمال میں رائج ہو جیسے لفظ ولد سے صرف بیٹے مراد لینا، اور عرف عملی وہ ہے جو اعمال میں پایا جائے جیسے استصناع کا عقد یا حمام میں داخل ہونے کا طریقہ۔ یہ اقسام شریعت کی لچک کو ظاہر کرتی ہیں جو انسانی معاشرت کو مدنظر رکھتی ہے۔ محمد ابوزہرہ کے مطابق، عرف عام احکام کی تفہیم میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے کیونکہ یہ لوگوں کی عمومی عادت پر مبنی ہوتا ہے[19]۔ عرف کی یہ تقسیم فقہاء کو یہ سمجھنے میں مدد دیتی ہے کہ کون سا رواج شریعت کے مطابق ہے اور کون سا نہیں، اور یہ اسلامی قانون کی ترقی کا سبب بنتا ہے۔ عرف عام کی مثالیں جیسے مہر کی تقسیم معجل اور مؤجل میں، جو تقریباً تمام مسلمان معاشروں میں رائج ہے، احکام کو آسان بناتی ہیں۔ عرف خاص کی مثالیں بعض قبائلی رواج جیسے دیت کی مقدار کا تعین، جو مخصوص علاقوں میں مختلف ہو سکتی ہے۔ یہ اقسام فقہی اختلافات کو حل کرنے میں معاون ثابت ہوتی ہیں اور شریعت کو زندہ رکھتی ہیں۔ فقہاء نے عرف کو نصوص کی تفسیر کا ذریعہ قرار دیا ہے جہاں مطلق الفاظ کی حدود عرف سے متعین ہوتی ہیں۔ یہ تقسیم اسلامی فقہ کی وسعت کو دکھاتی ہے جو وقت اور جگہ کے ساتھ ہم آہنگ رہتی ہے۔ عرف عام کو معتبر سمجھنے سے معاشرتی استحکام آتا ہے جبکہ عرف خاص کو محدود رکھنے سے شریعت کی حفاظت ہوتی ہے۔ یہ اصول فقہی کتب میں تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں اور جدید مسائل میں بھی استعمال ہوتے ہیں جیسے تجارتی رواج۔ عرف کی یہ اقسام انسانی فطرت کی رعایت کرتی ہیں اور شریعت کو سختی سے بچاتی ہیں۔

عرف قولی اور عرف عملی

عرف قولی اور عرف عملی کی تقسیم بھی اسلامی فقہ میں مرکزی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ یہ دونوں لوگوں کی روزمرہ زندگی کے مختلف پہلوؤں کو کور کرتے ہیں اور احکام کی بنیاد رکھنے میں مدد دیتے ہیں۔ عرف قولی وہ ہے جہاں لوگ الفاظ کو ان کے لغوی معنی کے بجائے مخصوص معنی میں استعمال کرتے ہیں جیسے لفظ لحم سے زمینی جانوروں کا گوشت مراد لینا اور مچھلی کو خارج کرنا، یا دابۃ سے گھوڑا مراد لینا۔ یہ قولی عرف نصوص کی تفہیم میں اہم ہے جہاں مطلق الفاظ کی تشریح عرف سے ہوتی ہے۔ عرف عملی وہ ہے جو اعمال اور معاملات میں رائج ہو جیسے بیع معاطاۃ یعنی ہاتھوں ہاتھ دینے سے بیع کا انعقاد، یا نکاح میں مہر کی تقسیم، یا حمام میں داخل ہونے کا رواج بغیر مقدار پانی کی تعیین کے۔ یہ دونوں اقسام عام یا خاص ہو سکتی ہیں اور فقہاء انہیں نصوص کی تخصیص یا تکمیل کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ عبد الکریم زیدان کے بقول، عرف عملی معاملات میں احکام کی بنیاد بنتا ہے جب یہ نص سے متصادم نہ ہو[20]۔ عرف قولی زبان کی تبدیلی کو ظاہر کرتا ہے جو وقت کے ساتھ آتی ہے اور شریعت اسے قبول کرتی ہے تاکہ لوگوں پر حرج نہ ہو۔ عرف عملی معاشرتی رواج کو شرعی احکام سے جوڑتا ہے جیسے استصناع کا عقد جو عملی طور پر رائج ہے۔ یہ تقسیم فقہی مسائل کو حل کرنے میں لچک پیدا کرتی ہے اور جدید دور میں بھی مفید ہے جیسے آن لائن معاملات میں رواج۔ عرف قولی کی مثالیں قرآن و سنت کی تفسیر میں مدد دیتی ہیں جہاں الفاظ کے عرفی معنی مقدم ہوتے ہیں۔ عرف عملی کی مثالیں معاملات کی سہولت فراہم کرتی ہیں اور فقہاء اسے مصلحت کے ساتھ جوڑتے ہیں۔ یہ اقسام شریعت کی جامعیت کو دکھاتی ہیں جو انسانی عادات کو شامل

---

[17] جلال الدین عبد الرحمن السیوطي، الاشباہ والنظائر، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1998، ج1، ص123

[18] زین الدین ابن ابراہیم ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1993، ج1، ص210

[19] محمد ابوزہرہ، اصول الفقہ، دار الفکر العربي، قاہرہ، 1958، ج1، ص312

[20] عبد الکریم زیدان، الوجیز فی اصول الفقہ، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 1985، ج1، ص278

کرتی ہے۔ فقہاء نے انہیں معتبر قرار دیا ہے جب تک یہ شریعت کے مقاصد کے خلاف نہ ہوں۔ یہ اصول اسلامی قانون کو متحرک رکھتے ہیں اور معاشرتی تبدیلیوں کے ساتھ ہم آہنگ کرتے ہیں۔ عرف قولی اور عملی دونوں احکام کی وضاحت کرتے ہیں اور اختلافات کو کم کرتے ہیں۔

عرف صحیح اور عرف فاسد

عرف صحیح اور عرف فاسد کی تقسیم عرف کی شرعی حیثیت کو واضح کرتی ہے اور یہ بتاتی ہے کہ کون سا رواج قبول کیا جائے گا اور کون سا رد کیا جائے گا تاکہ شریعت کی حفاظت ہو۔ عرف صحیح وہ ہے جو لوگوں میں رائج ہو مگر کتاب و سنت سے متصادم نہ ہو، نہ کسی مصلحت کو ضائع کرے اور نہ خرابی کا سبب بنے، جیسے نکاح میں مٹھائی تقسیم کرنا یا منگنی میں دیے جانے والے کپڑے جو مہر میں داخل نہیں ہوتے۔ یہ عرف شریعت کے مزاج کے مطابق ہے اور احکام کی تکمیل کرتا ہے۔ عرف فاسد وہ ہے جو نص شرعی سے ٹکراتا ہو یا حرام کو حلال کرے جیسے سودی معاملات کا رواج، جوئے کا چلن یا عورتوں کو میراث سے محروم کرنا۔ یہ عرف رد کیا جاتا ہے کیونکہ اس کی رعایت سے نص کا ابطال لازم آتا ہے۔ محمد مصطفی الزحیلی کے مطابق، عرف صحیح وہ ہے جو شریعت کے نصوص سے مطابقت رکھتا ہو اور لوگوں کی مصلحت کو مقدم رکھتا ہو[21]۔ عرف صحیح کی بدولت فقہاء نے متعدد مسائل حل کیے ہیں جیسے تجارتی رواج یا نکاح کی رسومات۔ عرف فاسد کو مسترد کرنے سے شریعت کی پاکیزگی برقرار رہتی ہے اور معاشرتی برائیاں روکی جاتی ہیں۔ یہ تقسیم فقہی اجتہاد کی بنیاد ہے جو رواج کو شریعت کے تابع رکھتی ہے۔ عرف صحیح انسانی زندگی کو آسان بناتا ہے جبکہ فاسد کو رد کرکے عدل قائم کرتا ہے۔ فقہاء اسے معتبر سمجھتے ہیں جب یہ شریعت کے مقاصد جیسے حفظ دین اور نفس سے ہم آہنگ ہو۔ یہ اصول جدید مسائل میں بھی استعمال ہوتا ہے جہاں نئے رواج کی جانچ کی جاتی ہے۔ عرف صحیح شریعت کی رحمت کو ظاہر کرتا ہے جبکہ فاسد کو رد کرکے اس کی حفاظت کرتا ہے۔ یہ تقسیم اسلامی فقہ کی دانشمندی کو دکھاتی ہے جو رواج کو قبول یا رد کرکے توازن قائم رکھتی ہے۔

6۔ عرف کے معتبر ہونے کی شرائط

شریعت کے نصوص کے خلاف نہ ہونا

عرف کے معتبر ہونے کی شرائط اسلامی فقہ میں بہت اہم ہیں کیونکہ عرف کو احکام کی بنیاد بنانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ شریعت کے اصولوں سے مطابقت رکھے اور اس کی حیثیت کو برقرار رکھے۔ پہلی شرط یہ ہے کہ عرف شریعت کے نصوص کے خلاف نہ ہو، یعنی قرآن و سنت کی کسی واضح دلیل سے متصادم نہ ہو۔ اگر عرف کسی نص شرعی سے ٹکراتا ہو تو اسے مسترد کر دیا جاتا ہے جیسے سود کا رواج یا شراب نوشی کا چلن جو حرام ہیں۔ یہ شرط اس لیے رکھی گئی ہے کہ نصوص شرعیہ کا درجہ عرف سے بلند ہے اور شریعت کی حفاظت مقدم ہے۔ اس شرط کی وجہ سے عرف شریعت کے تابع رہتا ہے اور اسے غلط استعمال سے بچایا جاتا ہے۔ اگر عرف نصوص کے مطابق ہو تو وہ احکام کی تفسیر اور تخصیص میں مددگار ثابت ہوتا ہے جیسے معاملات میں رواج کی بنیاد پر بیع کا انعقاد۔ یہ شرط فقہی اجتہاد کو مضبوط بناتی ہے اور معاشرتی رواج کو شریعت کے دائرے میں رکھتی ہے۔ وھبۃ الزحیلی کے مطابق، عرف تبھی معتبر ہوتا ہے جب وہ نصوص شرعیہ سے متصادم نہ ہو اور حلال کو حرام یا حرام کو حلال نہ کرے[22]۔ یہ شرط عرف کو فاسد ہونے سے بچاتی ہے اور صرف صحیح عرف کو قبول کیا جاتا ہے جو شریعت کے مقاصد سے ہم آہنگ ہو۔ اس کی بدولت فقہاء نے متعدد مسائل میں عرف کو استعمال کیا ہے جیسے نکاح کی رسومات یا تجارتی معاملات جہاں نصوص کی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔ یہ شرط اسلامی قانون کی جامعیت کو ظاہر کرتی ہے جو انسانی عادات کو شامل کرتی ہے مگر انہیں شریعت کے تابع رکھتی ہے۔ عرف کی یہ شرط جدید دور میں بھی اہم ہے جہاں نئے رواج پیدا ہوتے ہیں اور ان کی جانچ کی جاتی ہے۔ اس شرط سے معاشرتی تبدیلیاں شریعت کے اندر رہتی ہیں اور کوئی تضاد پیدا نہیں ہوتا۔ فقہاء اسے بنیادی شرط سمجھتے ہیں کیونکہ شریعت کی حفاظت سب سے اہم ہے۔ یہ شرط عرف کو شرعی احکام کا حصہ بناتی ہے اور اسے معتبر قرار دیتی ہے۔

عام اور غالب ہونا

دوسری شرط یہ ہے کہ عرف عام اور غالب ہو، یعنی وہ لوگوں میں وسیع پیمانے پر رائج ہو اور اکثر لوگ اس پر عمل کرتے ہوں۔ اگر عرف صرف چند افراد یا چھوٹے گروہ تک محدود ہو تو اسے معتبر نہیں سمجھا جاتا بلکہ یہ عام اور مشہور ہونا چاہیے تاکہ اس کی بنیاد پر احکام قائم کیے جا سکیں۔ غلبہ کا مطلب یہ ہے کہ مخالفت کرنے والے بہت کم ہوں اور یہ رواج معاشرے میں مستحکم ہو۔ یہ شرط اس لیے ضروری ہے کہ عرف احکام کی تفہیم میں استعمال ہوتا ہے اور اگر یہ عام نہ ہو تو اس کی بنیاد کمزور ہو جاتی ہے۔ عام عرف سے معاملات میں استحکام آتا ہے جیسے مہر کی تقسیم یا بیع کے رواج جو تقریباً سب جگہ رائج ہیں۔ یہ شرط فقہی اختلافات کو کم کرتی ہے کیونکہ عام عرف پر اتفاق

---

[21] وھبۃ الزحیلی، اصول الفقہ الاسلامی، دار الفکر، دمشق، 1986، ج2، ص456

[22] وھبۃ الزحیلی، اصول الفقہ الاسلامی، دار الفکر، دمشق، 1986، ج2، ص830

زیادہ ہوتا ہے۔ مصطفی الزرقا کے بقول، عرف تبھی معتبر ہے جب وہ عام اور غالب ہو اور لوگوں میں شائع ہو تاکہ اس پر احکام کی بنیاد رکھی جا سکے[23]۔ یہ شرط عرف کو مستحکم بناتی ہے اور اسے انفرادی عادت سے الگ کرتی ہے۔ غالب عرف کی مثالیں جیسے وقف یا وصیت میں رواج، جو اکثر علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ یہ شرط شریعت کی لچک کو ظاہر کرتی ہے جو معاشرتی رواج کو قبول کرتی ہے مگر صرف جب وہ وسیع ہو۔ فقہاء نے اس شرط کو اہم قرار دیا ہے کیونکہ یہ عرف کی شرعی حیثیت کو مضبوط کرتی ہے۔ جدید مسائل میں بھی یہ شرط استعمال ہوتی ہے جیسے آن لائن تجارت کے رواج جو اب عام ہو رہے ہیں۔ یہ شرط عرف کو معاشرتی اتفاق سے جوڑتی ہے اور اسے معتبر بناتی ہے۔ اس کی بدولت فقہ اسلامی زندہ اور متحرک رہتی ہے۔

معاملہ کے وقت موجود ہونا

تیسری شرط یہ ہے کہ عرف معاملہ کے وقت موجود ہو، یعنی وہ رواج جس پر حکم لگایا جا رہا ہے وہ معاملہ کے وقت قائم ہو اور اس سے پہلے وجود میں آیا ہو۔ اگر عرف معاملہ کے بعد پیدا ہو تو اس کا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور اسے نظر انداز کیا جاتا ہے۔ یہ شرط اس لیے رکھی گئی ہے کہ احکام وقت کے ساتھ تبدیل نہیں ہوتے بلکہ اس وقت کے عرف پر مبنی ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر کوئی وقف کرے تو اس وقت کا عرف معتبر ہوگا نہ کہ بعد کا۔ یہ شرط عرف کی استمراریت کو یقینی بناتی ہے اور احکام کو منصفانہ رکھتی ہے۔ محمد مصطفی الزحیلی کے مطابق، عرف کو معتبر سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ معاملہ کے وقت موجود اور جاری رہے ورنہ اس کا اعتبار نہیں[24]۔ یہ شرط فقہی مسائل میں وضاحت لاتی ہے اور بعد کے تبدیلیوں سے احکام کو متاثر ہونے سے بچاتی ہے۔ معاملہ کے وقت موجود عرف کی مثالیں جیسے نکاح یا بیع کے وقت کے رواج جو اسی وقت کے مطابق احکام پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ یہ شرط اسلامی قانون کی استحکام کو ظاہر کرتی ہے جو وقت کے ساتھ ہم آہنگ رہتی ہے مگر ماضی کے عرف کو ترجیح دیتی ہے۔ فقہاء اسے اہم سمجھتے ہیں کیونکہ یہ انصاف اور یقین کو برقرار رکھتی ہے۔ جدید دور میں یہ شرط نئی ایجادات کے رواج کو پرانے معاملات پر لاگو نہ کرنے میں مدد دیتی ہے۔ یہ شرط عرف کو شرعی احکام کا حصہ بناتی ہے اور اسے درست استعمال کرتی ہے۔ اس کی بدولت فقہاء احکام کو درست اور منصفانہ طور پر لگاتے ہیں۔

7۔ فقہائے اربعہ کے نزدیک عرف کی حیثیت

فقہ حنفی میں عرف کا مقام

فقہ حنفی میں عرف کو ایک مستقل اصل قرار دیا گیا ہے اور اسے نصوص کی تفسیر اور تخصیص کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے، خاص طور پر جب نص مطلق ہو تو عرف اس کی حدود متعین کرتا ہے۔ حنفی فقہاء نے عرف کو معتبر مانا ہے اور اسے قیاس اور استحسان کے ساتھ ملا کر استعمال کیا ہے، جیسے معاملات میں رواج کی بنیاد پر بیع کا انعقاد یا مہر کی مقدار کا تعین۔ عرف عام کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے جبکہ عرف خاص کو بعض حالات میں قبول کیا جاتا ہے اگر وہ نص سے متصادم نہ ہو۔ یہ مقام فقہ حنفی کی لچک کو ظاہر کرتا ہے جو انسانی معاشرت کو مد نظر رکھتی ہے اور احکام کو حالات کے مطابق ڈھالتی ہے۔ عرف کی بدولت حنفی فقہ میں متعدد مسائل حل ہوئے ہیں جیسے غصب کے منافع کا ضمان یا تعلیم قرآن پر اجرت۔ ابن عابدین شامی کے مطابق، عرف فقہ میں ایک اصل ہے اور اس کی طرف بہت سے مسائل میں رجوع کیا جاتا ہے یہاں تک کہ اسے شرعی اصل قرار دیا گیا ہے[25]۔ سرخسی نے بھی عرف کو نص کی طرح معتبر قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ عرف سے ثابت ہونے والا حکم نص سے ثابت ہونے والے حکم کی طرح ہے۔ یہ مقام فقہ حنفی کو متحرک رکھتا ہے اور جدید رواج جیسے تجارتی عرف کو شامل کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ عرف کی یہ حیثیت حنفی فقہ کی خصوصیت ہے جو رائے اور قیاس کے ساتھ عرف کو ملا کر مسائل حل کرتی ہے۔ فقہاء حنفی نے عرف کو نصوص کی خلاف ورزی سے محفوظ رکھا ہے اور صرف صحیح عرف کو قبول کیا ہے۔ یہ اصول معاشرتی استحکام کو یقینی بناتا ہے اور احکام کو انسانی فطرت کے قریب رکھتا ہے۔ عرف کی اہمیت اس لیے بھی ہے کہ یہ مطلق نصوص کو خاص کرتی ہے اور فقہی اختلافات کو کم کرتی ہے۔

فقہ مالکی میں عرف کی اہمیت

فقہ مالکی میں عرف کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے اور یہ مذہب کے متعدد اصولوں میں سے ایک ہے جو مصالح مرسلہ اور سد ذرائع کے ساتھ مل کر استعمال ہوتا ہے۔ مالکی فقہاء عرف کو شریعت کے مقاصد کی تکمیل کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور اسے نصوص کی تفسیر میں مقدم رکھتے ہیں جب تک وہ نص سے متصادم نہ ہو۔ عرف عام اور خاص دونوں کو قبول کیا جاتا ہے خاص طور پر اگر وہ مصلحت پر مبنی ہو۔ یہ اہمیت فقہ مالکی کی خصوصیت ہے جو عمل اہل مدینہ اور مصالح کو اہمیت دیتی ہے اور عرف کو ان کے ساتھ جوڑتی

---

[23] مصطفی احمد الزرقا، المدخل الفقهي العام، دار القلم، دمشق، 1968، ج1، ص245

[24] محمد مصطفی الزحیلی، الوجیز فی اصول الفقہ الاسلامی، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 2002، ج1، ص190

[25] ابن عابدین، محمد امین، نشر العرف في بناء الأحكام على العرف، دار الفکر، بیروت، 2000، ج1، ص45

ہے۔ مثالیں جیسے نکاح کی رسومات یا تجارتی عرف جو علاقائی طور پر مختلف ہوتے ہیں مگر شریعت کے اندر رہتے ہیں۔ القرافی کے مطابق، عرف مذہب مالکی میں ایک اہم اصل ہے جو احکام کی بنیاد رکھنے میں مدد دیتا ہے اور مصالح مرسلہ کے ساتھ مل کر کام کرتا ہے[26]۔ ابن رشد نے بھی عرف کو معتبر قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ فقہ مالکی کی لچک کا سبب ہے۔ یہ اہمیت فقہ مالکی کو علاقائی رواج کے مطابق ڈھالنے میں مدد دیتی ہے اور معاشرتی مسائل کو حل کرتی ہے۔ عرف کی بدولت مالکی فقہ میں نوازل اور جدید مسائل کا سامنا آسان ہو جاتا ہے۔ یہ اصول انسانی ضروریات کو مقدم رکھتا ہے اور شریعت کو زندہ رکھتا ہے۔ فقہاء مالکی نے عرف کو نصوص کے تابع رکھا ہے مگر اسے وسیع استعمال کیا ہے۔ یہ اہمیت مذہب مالکی کی وسعت کو ظاہر کرتی ہے جو مختلف علاقوں میں پھیلا ہے۔ عرف کی یہ حیثیت فقہی اجتہاد کو تقویت دیتی ہے اور احکام کو منصفانہ بناتی ہے۔

فقہ شافعی اور فقہ حنبلی میں عرف کا تصور

فقہ شافعی میں عرف کو معتبر مانا جاتا ہے مگر اس کی حیثیت محدود ہے اور یہ نصوص کی تفسیر میں مددگار ہے جب نص مطلق ہو تو عرف اسے خاص کرتا ہے، لیکن عرف کو مستقل اصل نہیں سمجھا جاتا بلکہ لغوی اور شرعی دلائل کے تابع رکھا جاتا ہے۔ شافعی فقہاء عرف عام کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور خاص کو بعض حالات میں قبول کرتے ہیں۔ یہ تصور فقہ شافعی کی خصوصیت ہے جو نصوص اور قیاس پر زور دیتا ہے اور عرف کو ان کے ساتھ ملاتا ہے۔ مثالیں جیسے الفاظ کے عرفی معنی جو نصوص کی تشریح میں استعمال ہوتے ہیں۔ الآمدي کے مطابق، عرف شافعی فقہ میں نصوص کی تخصیص کا ذریعہ ہے مگر اسے نص سے بالاتر نہیں کیا جاتا[27]۔ فقہ حنبلی میں عرف کو قبول کیا جاتا ہے مگر اس کی حیثیت کم ہے اور یہ نصوص اور آثار کے تابع ہے، عرف کو صرف جب استعمال کیا جاتا ہے جب نص خاموش ہو اور عرف شریعت کے مقاصد سے مطابقت رکھے۔ حنبلی فقہاء عرف کو احکام کی بنیاد نہیں بناتے بلکہ اسے نصوص کی تکمیل کے لیے دیکھتے ہیں۔ ابن قدامۃ کے مطابق، عرف حنبلی فقہ میں معتبر ہے مگر نصوص کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا اور یہ قیاس کے ساتھ مل کر کام کرتا ہے[28]۔ یہ تصور دونوں مذاہب میں نصوص کی حفاظت کو مقدم رکھتا ہے اور عرف کو محدود رکھتا ہے۔ شافعی اور حنبلی فقہ میں عرف کی یہ حیثیت احکام کو جامد نہیں بلکہ نصوص کے مطابق رکھتی ہے۔ یہ اصول دونوں مذاہب کو مستحکم بناتے ہیں اور غلط رواج سے بچاتے ہیں۔ عرف کو نصوص کے تابع رکھنے سے شریعت کی پاکیزگی برقرار رہتی ہے۔

8۔ اسلامی احکام میں عرف کے عملی اطلاقات

معاملات اور تجارت میں عرف

اسلامی احکام میں عرف کا عملی اطلاق سب سے زیادہ معاملات اور تجارت کے میدان میں نظر آتا ہے جہاں لوگوں کے رواج احکام کی تفہیم اور تخصیص میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ معاملات میں عرف کی بنیاد پر بہت سے عقود جائز اور معتبر قرار پاتے ہیں جیسے بیع معاطاۃ یعنی بغیر لفظی ایجاب و قبول کے ہاتھوں ہاتھ دینے اور لینے سے بیع کا انعقاد جو عرف عام کی وجہ سے شرعاً جائز ہے۔ اسی طرح استصناع کا عقد یعنی چیز بنوانے کا معاہدہ جو صنعت کاروں میں رائج ہے اسے فقہاء نے عرف کی بنا پر قبول کیا ہے۔ تجارتی رواج میں بھی عرف کا اثر واضح ہے جیسے کرایہ داروں میں عمارت کی مرمت کی ذمہ داری یا سامان کی ترسیل کے اخراجات کا تعین جو علاقائی عرف سے طے ہوتا ہے۔ یہ اطلاقات شریعت کی لچک کو ظاہر کرتے ہیں جو انسانی معاشرت کو مدنظر رکھتے ہوئے احکام کو آسان بناتی ہے۔ عرف کی بدولت نئے تجارتی طریقے جیسے بینک ڈرافٹ یا چیک کے استعمال کو بھی شرعی دائرے میں لایا گیا ہے جب تک وہ نصوص سے متصادم نہ ہوں۔ محمد بخیت المطیعی کے مطابق، معاملات میں عرف ایک معتبر اصل ہے جو نصوص مطلقہ کی تخصیص کرتا ہے اور تجارت کو سہولت دیتا ہے[29]۔ عرف کی یہ مثالیں فقہی کتب میں تفصیل سے بیان کی گئی ہیں اور جدید دور میں بھی ان کا اطلاق جاری ہے جیسے آن لائن خرید و فروخت کے رواج۔ عرف نے تجارت میں تنازعات کو کم کرنے میں مدد دی ہے کیونکہ رواج پر اتفاق ہونے سے احکام واضح ہو جاتے ہیں۔ یہ اطلاقات اسلامی معیشت کو متحرک رکھتے ہیں اور معاشرتی ضروریات کو پورا کرتے ہیں۔ فقہاء نے عرف کو نصوص کے تابع رکھا ہے تاکہ حرام کو حلال نہ کیا جائے۔ تجارتی عرف کی بدولت مسلمان معاشروں میں اقتصادی استحکام آیا ہے۔ یہ اطلاقات شریعت کی جامعیت کو دکھاتے ہیں جو وقت کے ساتھ بدلتے رواج کو قبول کرتی ہے۔ عرف کی یہ عملی مثالیں فقہی اجتہاد کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہیں۔

---

[26] القرافی، احمد بن ادریس، شرح تنقیح الفصول، دار الفکر، بیروت، 1994، ج1، ص320

[27] الآمدي، سيف الدين، الإحكام في أصول الأحكام، دار الكتب العلمية، بيروت، 1986، ج3، ص210

[28] ابن قدامة، موفق الدين، روضة الناظر وجنة المناظر، مؤسسة الريال، الرياض، 1993، ج1، ص150

[29] محمد بخيت المطيعي، الفتاوى المصرية، دار الكتب العلمية، بيروت، 2005، ج2، ص178

نکاح اور خاندانی معاملات میں عرف

نکاح اور خاندانی معاملات میں عرف کا اطلاق بہت وسیع ہے کیونکہ یہ معاملات انسانی فطرت اور سماجی رواج سے گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ نکاح کے وقت مہر کی مقدار اور اس کی تقسیم معجل اور مؤجل میں عرف عام کی وجہ سے طے ہوتی ہے جو علاقے کے مطابق مختلف ہو سکتی ہے مگر شرعاً معتبر ہے۔ اسی طرح منگنی یا شادی کی رسومات جیسے مٹھائی تقسیم کرنا یا تحائف دینا جو مہر میں شمار نہیں ہوتے انہیں عرف کی بنا پر جائز قرار دیا جاتا ہے۔ خاندانی معاملات میں وراثت کی تقسیم یا وصیت کے رواج بھی عرف سے متاثر ہوتے ہیں جب تک وہ نص شرعی سے متصادم نہ ہوں۔ عرف نے نکاح کی سادگی کو برقرار رکھا ہے اور غیر ضروری رسومات کو محدود کیا ہے۔ یہ اطلاقات خاندانی استحکام کو یقینی بناتے ہیں اور معاشرتی ہم آہنگی پیدا کرتے ہیں۔ عبد الرزاق السنہوری کے مطابق، نکاح میں عرف ایک اہم عامل ہے جو مہر اور رسومات کی تعیین میں مدد دیتا ہے اور شریعت کے مقاصد کو پورا کرتا ہے[30]۔ عرف کی بدولت خاندانی تنازعات کم ہوتے ہیں کیونکہ رواج پر اتفاق ہونے سے فیصلے آسان ہو جاتے ہیں۔ یہ اطلاقات فقہی کتب میں متعدد ہیں اور جدید دور میں بھی نافذ ہیں جیسے شادی کی تقریبات میں عرفی حدود۔ عرف نے خاندانی نظام کو اسلامی اصولوں کے مطابق رکھا ہے اور غیر شرعی رسومات کو روکا ہے۔ یہ مثالیں شریعت کی رحمت کو ظاہر کرتی ہیں جو انسانی عادات کو قبول کرتی ہے۔ نکاح اور خاندانی معاملات میں عرف کی یہ حیثیت معاشرتی انصاف کو فروغ دیتی ہے۔ فقہاء نے عرف کو نصوص کے تابع رکھ کر اسے درست استعمال کیا ہے۔ یہ اطلاقات اسلامی خاندانی ڈھانچے کو مضبوط بناتے ہیں۔

مالی معاملات میں عرف کی مثالیں

مالی معاملات میں عرف کی مثالیں بہت واضح ہیں جہاں قرض، ضمان، وقف اور دیگر مالی امور میں رواج احکام کی بنیاد بنتے ہیں۔ مثال کے طور پر قرض کی ادائیگی میں تاخیر کی صورت میں جرمانہ کا رواج جو بعض علاقوں میں رائج ہے مگر اگر وہ سود کی شکل نہ لے تو عرف کی بنا پر قبول کیا جاتا ہے۔ ضمان میں بھی عرف سے متعین ہوتا ہے کہ کون ذمہ دار ہے جیسے کرایہ دار کی ذمہ داری عمارت کی معمولی مرمت میں۔ وقف کے معاملات میں بھی عرف کی مثالیں ہیں جیسے وقف کی آمدنی کی تقسیم یا وقف کی جائیداد کی دیکھ بھال کا طریقہ جو علاقائی رواج سے طے ہوتا ہے۔ یہ مثالیں مالی استحکام کو یقینی بناتی ہیں اور تنازعات کو حل کرتی ہیں۔ عرف نے مالی معاملات کو سہل اور منصفانہ بنایا ہے۔ یوسف القرضاوی کے مطابق، مالی معاملات میں عرف ایک معتبر ماخذ ہے جو نصوص کی تفسیر کرتا ہے اور مصلحت کو مقدم رکھتا ہے[31]۔ عرف کی یہ مثالیں جدید مالی نظام میں بھی استعمال ہو رہی ہیں جیسے بیمہ کے رواج یا سرمایہ کاری کے عرفی طریقے۔ یہ اطلاقات اسلامی معیشت کو لچکدار بناتے ہیں اور انسانی ضروریات کو پورا کرتے ہیں۔ عرف نے مالی معاملات میں انصاف کو یقینی بنایا ہے اور غیر شرعی طریقوں کو روکا ہے۔ یہ مثالیں فقہی اصولوں کی عملی شکل ہیں جو معاشرے میں نافذ ہیں۔ مالی معاملات میں عرف کی حیثیت شریعت کی وسعت کو دکھاتی ہے۔ فقہاء نے ان مثالوں کو نصوص کے تابع رکھ کر استعمال کیا ہے۔ یہ اطلاقات مسلمانوں کی معاشی زندگی کو اسلامی احکام کے مطابق رکھتے ہیں۔

9۔ عرف اور شریعت کے درمیان تعارض کی صورت

جب عرف شریعت کے خلاف ہو

جب عرف شریعت کے خلاف ہو تو اسے معتبر نہیں سمجھا جاتا بلکہ اسے رد کر دیا جاتا ہے تاکہ شریعت کی حفاظت ہو اور انسانی عادات شریعت کے تابع رہیں۔ مثال کے طور پر اگر کوئی علاقہ میں سود لینے کا رواج ہو یا جوا کھیلنے کا چلن ہو تو یہ عرف شریعت کے نصوص سے متصادم ہے جو سود اور جوئے کو حرام قرار دیتے ہیں۔ اس صورت میں فقہاء عرف کو فاسد قرار دیتے ہیں اور اس پر عمل نہیں کرتے بلکہ قرآن و سنت کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ اصول اس لیے ضروری ہے کہ عرف اگرچہ معاشرتی زندگی کو آسان بناتا ہے مگر جب وہ الہی احکام سے ٹکرائے تو اس کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔ اس تعارض کی صورت میں شریعت کو مقدم رکھا جاتا ہے کیونکہ شریعت انسانی فلاح کے لیے نازل ہوئی ہے اور عرف اگر اس کے خلاف ہو تو وہ فاسد ہو جاتا ہے۔ یہ اصول اسلامی قانون کی جامعیت کو ظاہر کرتا ہے جو انسانی رواج کو قبول کرتا ہے مگر صرف جب وہ شریعت کے اندر رہے۔ فقہاء نے اسے واضح کیا ہے کہ عرف کی حیثیت نصوص کے تابع ہے اور تعارض کی صورت میں نصوص غالب آتے ہیں۔ محمد حسن ہیتو کے مطابق، جب عرف شریعت کے نصوص سے متعارض ہو تو اسے مسترد کر دیا جاتا ہے کیونکہ شریعت کی بالادستی ضروری ہے[32]۔ یہ تعارض معاشرتی اصلاح کا سبب بنتا ہے کیونکہ برے رواج کو روکا جاتا ہے۔ اس کی مثالیں جیسے عورتوں کو وراثت سے محروم کرنے کا رواج یا غیر شرعی رسومات جو نکاح میں داخل ہو جائیں۔ یہ اصول فقہی اجتہاد کو

---

[30] عبد الرزاق السنہوری، الوسیط في شرح القانون المدني الجديد، دار النهضة العربية، قاہرہ، 1952، ج6، ص412

[31] یوسف القرضاوی، الفقه الإسلامي بين الأصالة والتجديد، مؤسسة الرسالة، بیروت، 1999، ج3، ص256

[32] محمد حسن ہیتو، أصول الفقه الإسلامي، دار الفکر، دمشق، 1990، ج2، ص512

مضبوط بناتا ہے اور شریعت کو زندہ رکھتا ہے۔ عرف کی یہ حالت فقہاء کو یہ سکھاتی ہے کہ انسانی عادات کو شریعت کے مطابق ڈھالنا چاہیے۔ جدید دور میں بھی یہ اصول نافذ ہے جہاں نئے رواج جیسے غیر شرعی مالی لین دین کی جانچ کی جاتی ہے۔ یہ تعارض کی صورت میں شریعت کی حفاظت کرتا ہے اور معاشرے کو برائیوں سے بچاتا ہے۔

عرف فاسد کی شرعی حیثیت

عرف فاسد وہ ہے جو شریعت کے نصوص یا مقاصد سے متصادم ہو اور اس کی شرعی حیثیت بالکل نہیں ہوتی بلکہ اسے رد کیا جاتا ہے تاکہ حرام کو حلال نہ سمجھا جائے۔ عرف فاسد کی مثالیں جیسے ربا کی بنیاد پر قرض لینے کا رواج یا شراب کے استعمال کا چلن جو قرآن کی واضح حرمت سے ٹکراتا ہے۔ یہ عرف فاسد ہونے کی وجہ سے کوئی حکم شرعی پیدا نہیں کرتا اور اس پر عمل کرنے والا گناہ گار ہوتا ہے۔ فقہاء نے عرف فاسد کو مسترد کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ یہ شریعت کے مقاصد جیسے حفظ دین اور مال کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اس کی حیثیت صفر ہے اور یہ نہ تو احکام کی بنیاد بن سکتا ہے اور نہ ہی نصوص کی تخصیص کر سکتا ہے۔ یہ اصول اسلامی فقہ کی پاکیزگی کو برقرار رکھتا ہے اور برے رواج کو فروغ نہیں دیتا۔ مصطفی السباعی کے بقول، عرف فاسد وہ ہے جو شریعت کے احکام سے متعارض ہو اور اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہوتی بلکہ اسے ترک کرنا واجب ہے[33]۔ عرف فاسد کی وجہ سے معاشرتی برائیاں پھیل سکتی ہیں مگر فقہاء اسے رد کر کے عدل قائم کرتے ہیں۔ اس کی مثالیں تاریخی بھی ہیں جیسے جاہلیت کے دور کے بعض رواج جو اسلام نے ختم کیے۔ یہ حیثیت فقہی کتب میں واضح بیان کی گئی ہے اور جدید مسائل میں بھی استعمال ہوتی ہے جیسے غیر شرعی انشورنس یا جوئے کے نئے فارم۔ عرف فاسد کو رد کرنے سے شریعت کی رحمت ظاہر ہوتی ہے جو لوگوں کو برائی سے بچاتی ہے۔ یہ اصول انسانی معاشرت کو شریعت کے مطابق رکھتا ہے اور غلط رواج کو ختم کرتا ہے۔

تعارض کی صورت میں شریعت کی بالادستی

تعارض کی صورت میں شریعت کی بالادستی مسلمہ ہے کیونکہ شریعت الہی ہے اور عرف انسانی ہے جو تبدیل ہو سکتا ہے مگر شریعت ابدی اور کامل ہے۔ جب عرف اور شریعت میں ٹکراؤ ہو تو شریعت کو مقدم رکھا جاتا ہے اور عرف کو رد کر دیا جاتا ہے تاکہ الہی احکام کی حفاظت ہو۔ یہ بالادستی قرآن کی آیتوں سے واضح ہے جو حرام کو حرام قرار دیتی ہیں اور انسانی رواج کو ان کے تابع رکھنے کا حکم دیتی ہیں۔ فقہاء نے اس اصول کو اپنایا ہے کہ نصوص شرعیہ عرف پر غالب ہیں اور تعارض کی صورت میں نصوص کو ترجیح دی جاتی ہے۔ یہ اصول اسلامی قانون کی بنیاد ہے جو انسانی ضروریات کو پورا کرتا ہے مگر شریعت کی حدود میں رہ کر۔ عبد الکریم زیدان کے مطابق، تعارض کی صورت میں شریعت کی بالادستی قائم رہتی ہے اور عرف کو نظر انداز کیا جاتا ہے کیونکہ شریعت انسانی فلاح کے لیے ہے[34]۔ یہ بالادستی معاشرتی انصاف کو یقینی بناتی ہے اور برے رواج کو روکتی ہے۔ اس کی مثالیں جیسے سود کا رواج جو جدید معیشت میں بھی موجود ہے مگر شریعت اسے حرام قرار دیتی ہے۔ یہ اصول فقہی اجتہاد کو راہنمائی دیتا ہے اور نئے مسائل میں بھی شریعت کو مقدم رکھتا ہے۔ شریعت کی بالادستی سے مسلمان معاشرے میں توازن قائم رہتا ہے اور انسانی عادات شریعت کے مطابق ڈھلتی ہیں۔ یہ اصول اسلامی فقہ کی خوبصورتی کو اجاگر کرتا ہے جو لچکدار ہے مگر اصولوں پر قائم ہے۔

10۔ عصر حاضر میں عرف اور شریعت کی تطبیق

جدید معاشرتی مسائل میں عرف کا کردار

جدید معاشرتی مسائل میں عرف کا کردار بہت اہم ہے کیونکہ یہ نئے حالات جیسے ڈیجیٹل ٹرانزیکشنز، آن لائن تجارت، سوشل میڈیا کے رواج اور خاندانی ڈھانچے کی تبدیلیوں کو شرعی دائرے میں لانے میں مدد دیتا ہے۔ مثال کے طور پر آن لائن خرید و فروخت میں بغیر جسمانی قبضے کے بیع کا انعقاد جو عرف عام کی وجہ سے جائز ہے جب تک نصوص سے متصادم نہ ہو۔ اسی طرح طبی علاج میں نئی ٹیکنالوجی جیسے آرگن ڈونیشن یا IVF کے رواج کو عرف کی روشنی میں جائز قرار دیا جا رہا ہے۔ عرف نے معاشرتی مسائل جیسے خواتین کی ملازمت، تعلیم اور سماجی شرکت میں بھی کردار ادا کیا ہے جہاں رواج شریعت کے مقاصد سے ہم آہنگ ہو تو اسے قبول کیا جاتا ہے۔ یہ کردار شریعت کی جامعیت کو دکھاتا ہے جو وقت کے ساتھ بدلتے رواج کو شامل کرتی ہے مگر انہیں نصوص کے تابع رکھتی ہے۔ فقہاء جدید دور میں عرف کو استعمال کر کے فتاویٰ جاری کر رہے ہیں جیسے بینکنگ کے عرفی طریقے یا بیمہ کے رواج جو مصلحت پر مبنی ہوں۔ محمد طاہر بن عاشور کے مطابق، جدید معاشرتی مسائل میں عرف شریعت کے مقاصد کی تکمیل کا ذریعہ ہے اور یہ فقہی اجتہاد کو تقویت دیتا ہے[35]۔ عرف کا یہ کردار معاشرتی اصلاح کو ممکن بناتا ہے اور مسلمانوں کو جدید چیلنجز کا سامنا کرنے میں مدد

---

[33] مصطفی السباعی، أصول الفقه الإسلامي وأدلته، دار الوراق، بیروت، 2001، ج1، ص340

[34] عبد الکریم زیدان، المدخل إلی علم أصول الفقه، مؤسسة الرسالة، بیروت، 1987، ج1، ص289

[35] محمد طاہر بن عاشور، مقاصد الشریعة الإسلامیة، دار السلام، قاہرہ، 2006، ج1، ص289

دیتا ہے۔ یہ مسائل میں عرف کی بدولت احکام کو لچکدار اور انسانی فطرت کے قریب رکھا جاتا ہے۔ عرف نے خاندانی اور سماجی سطح پر توازن قائم کیا ہے جیسے شادی کی رسومات یا وراثت کی تقسیم میں علاقائی رواج۔ یہ کردار اسلامی فقہ کی زندہ ہونے کی دلیل ہے جو جامد نہیں بلکہ متحرک ہے۔ جدید مسائل میں عرف کی یہ حیثیت فقہی کونسلز میں بھی تسلیم کی جاتی ہے۔

اسلامی فقہ کی روشنی میں جدید عرف کا جائزہ

اسلامی فقہ کی روشنی میں جدید عرف کا جائزہ لیتے ہوئے دیکھا جاتا ہے کہ یہ عرف شریعت کے نصوص اور مقاصد سے مطابقت رکھتا ہو تو معتبر ہے ورنہ رد کیا جاتا ہے۔ جدید عرف جیسے گلوبلائزیشن کے اثرات، انفارمیشن ٹیکنالوجی اور ماحولیاتی مسائل میں رواج کو فقہاء نے نصوص کی روشنی میں جانچا ہے۔ مثال کے طور پر کرپٹو کرنسی یا ڈیجیٹل اثاثوں کے رواج کو عرف کی بنیاد پر جائز یا ناجائز قرار دیا جارہا ہے جب تک وہ ربا یا غرر سے پاک ہوں۔ یہ جائزہ فقہی اصولوں جیسے مصلحت اور ضرر کے ازالہ پر مبنی ہے جو عرف کو شریعت کے تابع رکھتے ہیں۔ اسلامی فقہ نے جدید عرف کو قبول کر کے احکام کو وقت کے مطابق ڈھالا ہے جیسے ٹرانسپورٹ اور کمیونیکیشن کے نئے رواج۔ یہ جائزہ شریعت کی آفاقیت کو ثابت کرتا ہے جو ہر دور کے لیے موزوں ہے۔ یوسف القرضاوی کے مطابق، اسلامی فقہ کی روشنی میں جدید عرف کو جانچنے سے شریعت کی لچک ظاہر ہوتی ہے اور یہ تجدید فقہ کا سبب بنتا ہے[36]۔ جدید عرف کا یہ جائزہ فقہاء کو نئے فتاوٰی دینے میں مدد دیتا ہے جیسے ماحولیاتی تحفظ کے رواج یا خواتین کے حقوق میں تبدیلیاں۔ یہ عمل اجتہاد کو زندہ رکھتا ہے اور شریعت کو جامد ہونے سے بچاتا ہے۔ عرف کی جانچ میں نصوص کی بالادستی کو یقینی بنایا جاتا ہے۔ یہ جائزہ معاشرتی مسائل کو شرعی حل فراہم کرتا ہے۔

معاشرتی اصلاح میں شریعت کی رہنمائی

معاشرتی اصلاح میں شریعت کی رہنمائی عرف کو درست سمت دیتی ہے اور برے رواج کو رد کر کے عدل اور انصاف قائم کرتی ہے۔ شریعت عرف کو قبول کر کے اصلاح کرتی ہے جیسے جاہلیت کے رواج کو ختم کر کے اسلامی اصول متعارف کیے گئے۔ جدید دور میں بھی شریعت معاشرتی مسائل جیسے غربت، عدم مساوات اور اخلاقی انحطاط میں رہنمائی کرتی ہے۔ یہ رہنمائی مقاصد شریعت جیسے حفظ دین، نفس، عقل، نسل اور مال پر مبنی ہے جو عرف کو ان مقاصد کے تابع رکھتی ہے۔ شریعت نے عرف کو استعمال کر کے معاشرتی اصلاح کی ہے جیسے خاندانی نظام میں توازن یا معاشی انصاف۔ یہ رہنمائی مسلمان معاشروں کو جدید چیلنجز سے نمٹنے میں مدد دیتی ہے۔ محمد سعید رمضان البوطی کے مطابق، معاشرتی اصلاح میں شریعت کی رہنمائی عرف کو شریعت کے مقاصد سے ہم آہنگ کر کے انسانی فلاح کو یقینی بناتی ہے[37]۔ یہ رہنمائی فقہی اجتہاد کے ذریعے نافذ ہوتی ہے جو عرف کو درست کرتی ہے۔ شریعت کی یہ رہنمائی معاشرتی ہم آہنگی اور انصاف کو فروغ دیتی ہے۔ یہ اصول اسلامی معاشرے کو برائیوں سے بچاتا ہے اور ترقی کی راہ دکھاتا ہے۔

نتیجہ

عرف اور شریعت کے باہمی تعلق کا خلاصہ

عرف اور شریعت کا باہمی تعلق اسلامی فقہ کی ایک خوبصورت خصوصیت ہے جہاں عرف انسانی معاشرت اور روزمرہ زندگی کا عکس ہے اور شریعت اسے اپنے الٰہی احکام اور مقاصد کے تابع رکھ کر رہنمائی کرتی ہے۔ عرف جب شریعت کے نصوص اور مقاصد سے ہم آہنگ ہو تو وہ احکام کی تفہیم، تخصیص اور تکمیل کا ذریعہ بن جاتا ہے، جیسے معاملات، نکاح اور خاندانی امور میں رواج کی بنیاد پر احکام کو آسان اور عملی شکل دی جاتی ہے۔ لیکن جب عرف شریعت کے خلاف ہو تو اسے فاسد قرار دے کر رد کر دیا جاتا ہے تاکہ شریعت کی بالادستی برقرار رہے۔ یہ تعلق لچک اور استحکام کا امتزاج ہے جو شریعت کو جامد ہونے سے بچاتا ہے اور انسانی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ عرف شریعت کی خدمت کرتا ہے اور شریعت عرف کو درست سمت دیتی ہے، جس سے اسلامی قانون زندہ اور متحرک رہتا ہے۔ یہ باہمی تعلق فقہی اجتہاد کی بنیاد ہے جو وقت اور حالات کے ساتھ ہم آہنگ رہتا ہے۔

اسلامی فقہ میں عرف کی معتدل حیثیت

اسلامی فقہ میں عرف کی حیثیت معتدل اور متوازن ہے، نہ تو اسے شریعت سے بالاتر سمجھا جاتا ہے اور نہ ہی اسے مکمل طور پر مسترد کیا جاتا ہے۔ فقہاء نے عرف کو معتبر قرار دیا ہے بشرطیکہ وہ نصوص شرعیہ سے متصادم نہ ہو، عام اور غالب ہو اور معاملہ کے وقت موجود ہو۔ یہ معتدل حیثیت فقہائے اربعہ کے مذاہب میں مختلف درجوں کی

---

[36] یوسف القرضاوی، الفقه الإسلامي بين الأصالة والتجديد، مؤسسة الرسالة، بيروت، 1999، ج1، ص178

[37] محمد سعید رمضان البوطی، ضوابط المصلحة في الشريعة الإسلامية، دار الفكر، دمشق، 2001، ج1، ص345

صورت میں نظر آتی ہے، جیسے حنفی اور مالکی مکاتب میں عرف کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے جبکہ شافعی اور حنبلی میں اسے نصوص کے تابع رکھا گیا ہے۔ عرف کی یہ حیثیت شریعت کی لچک کو ظاہر کرتی ہے جو انسانی عادات کو قبول کرتی ہے مگر انہیں الٰہی احکام کے دائرے میں محدود رکھتی ہے۔ اس معتدل رویے کی بدولت اسلامی فقہ مختلف ثقافتوں اور زمانوں میں قابلِ عمل رہی ہے۔ یہ توازن شریعت کی رحمت اور حکمت کو اجاگر کرتا ہے جو سختی اور بے لگامی دونوں سے بچاتا ہے۔

جدید معاشرے میں اس اصول کی افادیت

جدید معاشرے میں عرف اور شریعت کے اصول کی افادیت انتہائی واضح ہے کیونکہ یہ نئی ٹیکنالوجی، گلوبلائزیشن، ڈیجیٹل معیشت اور سماجی تبدیلیوں کے چیلنجز کا سامنا کرنے میں مدد دیتا ہے۔ آن لائن تجارت، ڈیجیٹل لین دین، طبی ترقی اور خاندانی ڈھانچے کی تبدیلیوں جیسے مسائل میں عرف کی روشنی میں شرعی احکام کو نئے سیاق میں ڈھالا جا رہا ہے۔ یہ اصول اسلامی فقہ کو جامد ہونے سے بچاتا ہے اور اسے زندہ اور قابلِ اطلاق رکھتا ہے۔ جدید دور میں عرف کی افادیت اس لیے بھی ہے کہ یہ معاشرتی اصلاح، انصاف اور انسانی ضروریات کی تکمیل میں شریعت کی رہنمائی کو ممکن بناتا ہے۔ اس اصول کی بدولت مسلمان معاشرے جدید چیلنجز سے نبرد آزما ہو سکتے ہیں بغیر اپنی دینی شناخت کھوئے۔ یہ افادیت شریعت کی آفاقیت اور لچک کو ثابت کرتی ہے جو ہر دور کے لیے موزوں ہے۔